سائنسی تحقیقات کے لئے قرآنی محرکات[1]

محمد سعود، ایم۔ایس سی، مولوی فاضل، ریسرچ فیلو ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی

روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ اس کائنات میں رونما ہونے والے تمام طبعی اعمال کسی نہ کسی طبعی قانون کے تحت وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی چیز ہوا میں اچھالی جاتی ہے تو قانون کشش ثقل کے تحت زمین پر گر پڑتی ہے۔ روشنی کی شعائیں جب کسی چمکدار چیز پر پڑتی ہیں تو قانونِ انعکاس کے تحت منعکس ہو جاتی ہیں۔ مخصوص قوانین کے تحت زمین، چاند، سورج اور ستارے خاص رفتار سے مقررہ دائروں میں حرکت کرتے ہیں۔ انہیں طبعی قوانین کے مطالعہ کو اصطلاحاً سائنس کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سائنس کی بنیاد دو باتوں پر ہے۔ مشاہدات (یا تجربات جو دراصل مشاہدات ہی ہیں جو مخصوص حالات میں کئے جاتے ہیں) اور غور و فکر پر۔ مشاہدات کا تعلق حواس سے ہے اور غور و فکر کا دماغ سے۔ کائنات کی تخلیق اور ان قوانین کے بارے میں جن کے تحت نظام کائنات چل رہا ہے۔ قرآن نے اعلان کیا کہ

الا لہ الخلق والامر (۷: ۵۴)	یاد رکھو کہ خلق یعنی پیدا کرنا اور امر یعنی حکم اور قانون چلانا اسی (یعنی اللہ) ہی کے لئے خاص ہے
وھو الذی فی السماء الٰہ و فی الارض الٰہ (۴۳: ۸۴)	اور وہ (اللہ) وہ ذات ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے۔

مندرجہ بالا آیات کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ پوری کائنات کا خالق، حاکم اور معبود ہے اور کائنات کی ہر چیز اس کے بنائے ہوئے طبعی قوانین کی پابندی کرنے پر مجبور ہے۔

ان قوانین طبعی کے علاوہ اللہ کے ایک اور قسم کے قوانین یعنی قوانینِ شرعی بھی تھے، جن کی پابندی کرنے پر کسی مخلوق کو مجبور نہیں کیا گیا تھا بلکہ ان کے ارادے اور اختیار پر چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ ان کو قبول کریں یا نہ کریں۔ ان قوانین شرعی کو

---

[1] یہ مقالہ بین الاقوامی اسلامی کانفرنس منعقدہ راولپنڈی میں ۱۲ر فروری ۱۹۶۸ء کو پڑھا گیا (مدیر)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں لفظ امانت سے تعبیر فرمایا اور بتایا کہ

انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان۔ (۳۳ : ۷۲)

ہم نے یہ امانت (یعنی قوانین شرعی جو بمنزلہ امانت کے ہیں) آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو انھوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا۔

اور جب عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے پوچھا :-

الست بربکم قالوا بلیٰ (۷ : ۱۷۲) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انھوں نے کہا ہاں (آپ ہمارے رب ہیں)

اس طرح اپنے ارادے اور اختیار سے اللہ کے قوانین شرعی کی پابندی کا اقرار کر کے انسان نے کمال عبدیت کا اظہار کیا۔ یہی وہ اقرار عبدیت و اطاعت تھا جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ شرف عطا فرمایا کہ زمین پر اپنا خلیفہ یعنی اپنے شرعی قوانین کا نافذ کرنے والا بنایا اور انعامات کی اتنی بارش برسائی کہ اس کو طبعی قوانین کا علم حاصل کرنے کی صلاحیت عطا فرمادی تاکہ ان سے کام لے کر آسمان و زمین کی ہر چیز سے استفادہ کر سکے۔ دوسرے لفظوں میں آسمان و زمین کی ہر چیز کو اس کے لئے مسخر کر دیا۔ اور اس حقیقت کی طرف انسانوں کی توجہ یہ کہہ کر مبذول فرمائی کہ

الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض واسبغ علیکم نعمہ ظاہرۃ وباطنۃ (۳۱ : ۲۰)

کیا تم لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ ان تمام چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر رکھی ہیں۔

خالق کائنات کا اپنی کائنات کے بارے میں یہ اعلان کہ اس کو انسان کے لئے مسخر کر دیا گیا ہے، صاف طور پر اس بات کا محرک ہے کہ انسان اشیاء کائنات اور قوانین کائنات کا علم حاصل کر کے ان کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کرے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ :-

اللہ الذی سخر لکم البحر لتجری الفلک فیہ بامرہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون (۴۵ : ۱۲)

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر کیا تاکہ اس میں خدا کے حکم سے کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو اور تاکہ تم شکر بجا لاؤ۔

احکام خداوندی پر عمل پیرا ہونے اور اشیائے کائنات سے فائدہ اٹھانے کے لئے علم کی ضرورت تھی اس لئے :-

علم الانسان ما لم یعلم (۹۶ : ۵) اللہ نے انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتا تھا۔

اورعلم کا یہ سلسلہ سب سے پہلے انسان یعنی حضرت آدمؑ سے شروع کیا۔

وعلم آدم الاسماء کلھا — اور آدم کو سب چیزوں کے اسماء کا علم دے دیا۔

(۲: ۳۱) — (یعنی آدم کو تمام اشیاء اور ان کے خواص کو پہچاننے کی صلاحیت دیدی)

اب علم دو انواع کا تھا۔ ایک وہ جس کو مشاہدات کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس کو تو اسی ذریعہ سے عطا کیا۔ اور دوسری وہ نوع جو مشاہدات و محسوسات سے بالاتر ہے مثلاً خدا کی ذات و صفات۔ قیامت۔ آخرت۔ فرشتوں اور قوانین شرعی کا علم اس کو پیغمبروں پر وحی کے ذریعہ واضح کیا۔

قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ وہ علم جس کا حصول مشاہدات سے ممکن ہے، وہ تین اقسام میں منحصر ہے۔ ایک علم تاریخ جس کو ایام اللہ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اور جس کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ

وذکرھم بایام اللہ (۱۴-۵) — ان کو یعنی اپنی قوم کو اللہ کے معاملات یاد دلاؤ۔

دوسرا علم نفس انسانی اور تیسرا علم آفاق یعنی کائنات کا علم جس کو طبعیات بھی کہا جاتا ہے۔ آخرالذکر دو علوم کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے کہ

سنریھم آیتنا فی الآفاق وفی — ہم عنقریب ان کو اپنی قدرت کی نشانیاں ان کے گردونواح میں بھی دکھائیں گے۔

انفسھم (۴۱: ۵۳) — اور خود ان کے نفوس (یعنی ذات) میں بھی۔

قرآن کریم کے انداز بیان سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ تمام علوم ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں کوئی بھی علم دوسرے علم سے بالکلیہ ممتاز نہیں۔ چنانچہ عالم طبعیات کا ذکر کر کے خدا کی ذات و صفات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ مثلاً مندرجہ ذیل آیت کو دیکھیے:۔

ویرسل الصواعق فیصیب بھا من یشاء — اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہے گرا

وھم یجادلون فی اللہ وھو شدید — دیتا ہے اور وہ لوگ اللہ کے باب میں جھگڑتے ہیں حالانکہ

المحال (۱۳: ۱۳) — وہ بہت شدید القوت ہے۔

اس آیت میں بجلیوں کے بھیجنے اور گرانے کا ذکر کر کے جس کا تعلق عالم طبعیات سے ہے اور اللہ کے بارے میں لوگوں کے جدال کا تذکرہ کر کے جس کا تعلق نفس انسانی سے ہے، ذہن انسانی کو اللہ تعالیٰ کے شدید القوت ہونے کی طرف منتقل کیا۔

اسی طرح اس آیت میں دیکھیے:۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا — واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ خود اپنی

ما بانفسھم (۱۳ : ۱۱) حالت کو نہ بدلیں

اس میں علم تاریخ، علم نفس اور علم الٰہی کی باتیں ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ اور بھی بہت سی قرآنی آیات ہیں جن میں علم کی ایک نوع کا دوسری نوع سے رابطہ قائم ہے جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ قرآن وحدتِ علمی کا قائل ہے۔

مشاہدۂ کائنات کی ترغیب

قرآن کریم میں جگہ جگہ غور وفکر کے ساتھ کائنات کا مشاہدہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اشیائے کائنات اور قوانین کائنات میں اللہ کی آیات اور نشانیاں دیکھ کر انسان کو اللہ کے وجود، اس کی وحدانیت، قدرت، رحمت وغیرہ کا علم حاصل ہو اور اس کو ان کا یقین ہو جائے۔ مثلاً نباتات، حیوانات اور انسانوں کی تخلیق دیکھ کر ایک ایسی ذات کے وجود کا یقین ہوتا ہے جو قدیر بھی ہے اور خالق بھی۔ ان کی پرورش کو دیکھ کر اس کی ربوبیت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ پرندوں کا ہوا میں اُڑنا اور نیچے نہ گرنا۔ آسمانوں اور زمین کا معلق ہونا اس کے رحیم ہونے کو بتاتا ہے۔ سورج اور چاند کا مقررہ رفتار سے چلنا اس کے عزیز یعنی زبردست اور علیم ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود بھی اس مقصد کے لئے اپنی آیات اور نشانیوں کو تفصیلاً بیان فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

اللہ الذی رفع السموات بغیر عمد ترونھا ثم استوی علی العرش وسخر الشمس والقمر ط کل یجری لاجل مسمی یدبر الامر یفصل الایٰت لعلکم بلقاء ربکم توقنون (۱۳ : ۲)	اللہ ایسا (قادر) ہے کہ اس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے اونچا کھڑا کر دیا۔ تم ان (آسمانوں) کو (اسی طرح) دیکھ رہے ہو۔ پھر عرش پر قائم ہوا اور آفتاب و ماہتاب کو کام میں لگا دیا۔ ہر ایک وقت معین پر چلتا رہتا ہے۔ وہی (اللہ) ہر کام کی تدبیر کرتا ہے (اور) دلائل کو صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ اپنے رب کے پاس جانے کا پورا پورا یقین کر لو۔

اللہ تعالیٰ کی یہ آیات و دلائل قرآن کریم میں کئی جگہ مذکور ہیں مثلاً ایک جگہ بیان کیا گیا ہے کہ

وآیۃ لھم الیل نسلخ منہ النھار فاذا ھم مظلمون (۳۶ : ۳۷)	اور ایک نشانی ان لوگوں کے لئے رات ہے کہ ہم اس (رات) پر سے دن کو اتار لیتے ہیں سو یکایک (وہ لوگ) اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔

ایک اور جگہ بتایا گیا کہ

وآیۃ لھم الارض المیتۃ احیینٰھا واخرجنا منھا حبا فمنہ یاکلون۔ (۳۶ : ۳۳)	اور ایک نشانی ان (لوگوں) کے لئے مُردہ زمین ہے۔ ہم نے اس کو (بارش) سے زندہ کیا اور ہم نے اس سے غلے نکالے انہیں سے لوگ کھاتے ہیں۔

آیات ونشانیاں دیکھ کر خدائے تعالیٰ کے وجود وحدانیت وغیرہ کا علم حاصل ہونے کی تصدیق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ سے ہوتی ہے۔ جنہیں ستاروں، چاند اور سورج کو غروب ہوتے ہوئے دیکھنے سے ایک ایسی ذات کے وجود کا یقین ہوگیا جو ان سب کی خالق ہے۔

مشاہدہ کائنات کا حکم دینے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ اشیائے کائنات اور ان کے قوانین طبعی کا علم ہوتا ہے اور اس علم کے بعد ہی ان کی تسخیر کرکے ان سے تمتع حاصل کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہ مشاہدہ کہ مقناطیسی سوئی کو آزادانہ لٹکا دیا جائے تو اس کا رخ ہمیشہ شمالاً جنوباً ہوتا ہے قطب نما کی ایجاد کا سبب بنی۔ اور پھر اس تمتع سے انسان میں جذبۂ شکر پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ جذبہ انسان کا اپنے منعم حقیقی یعنی اللہ کے ساتھ تعلق قائم ہونے میں معاون ہوتا ہے۔

وھوالذی سخر البحر لتاکلوا منہ لحما طریا وتستخرجوا منہ حلیۃ تلبسونہا وتری الفلک مواخر فیہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون (۱۶: ۱۴)	اور وہ ایسا ہے کہ اس نے دریا کو (بھی) مسخر بنایا تاکہ اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے (موتیوں کا) زیور نکالو جس کو تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ اس (دریا) میں (اس کا) پانی چیرتی ہوئی چلی جارہی ہے اور تاکہ تم خدا کی روزی تلاش کرو اور تاکہ تم شکر بجا لاؤ۔

قرآن کریم میں مختلف انداز سے مشاہدات پر زور دیا گیا ہے۔ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ

قل انظروا ماذا فی السموات والارض۔ (۱۰: ۱۰۱)	آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو (اور دیکھو) کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں۔

کہیں یہ کہہ کر مشاہدات پر ابھارا جاتا ہے کہ

افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت و الی السماء کیف رفعت والی الجبال کیف نصبت والی الارض کیف سطحت (۸۸: ۱۷ تا ۲۰)	کیا وہ لوگ اونٹ کی طرف غور نہیں کرتے کہ کیسے پیدا کیا گیا اور آسمان کی طرف کہ کیسے بلند کیا گیا اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے کھڑے کئے گئے اور زمین کی طرف کہ کیسے پھیلائی گئی۔

کہیں آغاز تخلیق پر مشاہدہ کرنے کے لئے یہ سوال کرکے ترغیب دی جاتی ہے کہ

اولم یروا کیف یبدیٔ اللہ الخلق ثم یعیدہ (۲۹: ۱۹)	کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مخلوق کو اوّل بار پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کر دے گا۔

پھر ایک جگہ خوراک پیدا ہونے کے عمل پر غور کرنے کا یہ کہہ کر حکم دیا جاتا ہے کہ

فلینظر الانسان الی طعامہ انا صببنا الماء صبا ہ ثم شققنا الارض شقا ہ فانبتنا فیھا حبا و عنبا و قضبا و زیتونا و نخلا و حدائق غلبا و فاکھۃ و ابا متاعا لکم و لانعامکم (۸۰ : ۲۴ تا ۳۲)	اور انسان کو چاہیئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا۔ پھر ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے اور چارہ پیدا کیا۔ تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدے کے لئے۔

پھر ایک جگہ پرندوں کی اڑان کی طرف یہ سوال کر کے متوجہ کیا جاتا ہے کہ

اولم یروا الی الطیر فوقھم صفٰت و یقبضن (۶۷ : ۱۹)	کیا وہ اپنے اوپر پرندوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ پر پھیلائے ہوئے (اڑتے پھرتے) ہیں اور (کبھی) اسی حالت میں پروں کو سمیٹ لیتے ہیں۔

ایک جگہ پھلوں کے درختوں کا ذکر کرتے ہوئے ہدایت کی جاتی ہے کہ

انظروا الی ثمرہ اذا اثمر و ینعہ۔ (۶ : ۹۹)	ذرا ہر ایک کے پھل کو تو دیکھو۔ جب وہ پھلتا ہے اور (پھر) اس کے پکنے کو دیکھو۔

غور و فکر کی تاکید

حواس کے ذریعہ محض مشاہدات کر لینا ہی کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے کافی نہیں۔ استخراجِ نتائج کے لئے پہلا درجہ مشاہدہ اور دوسرا غور و فکر ہے کہ مشاہدات سے کسی چیز کا علم حاصل ہونے پر انسان اپنی قوتِ فکریہ سے کام لے کر اسی علم کے ذریعہ سے کسی پوشیدہ حقیقت کا سراغ لگائے۔ اس کائنات میں آیات و شواہد دیکھ کر وہی لوگ کسی نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں جو غور و فکر سے کام لیں۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

ھو الذی انزل من السماء ماء لکم منہ شراب و منہ شجر فیہ تسیمون ینبت لکم بہ الزرع و الزیتون و النخیل و الاعناب و من کل الثمرات ط ان فی ذالک لایۃ لقوم یتفکرون (۱۶ : ۱۰ تا ۱۱)	وہ ایسا ہے جس نے آسمان سے تمہارے واسطے پانی برسایا جس سے تم کو پینے کو ملتا ہے اور (اس کے سبب) سے درخت (پیدا ہوتے) ہیں جن میں تم چرنے چھوڑ دیتے ہو (اور) اس (پانی) سے تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اگاتا ہے۔ بے شک اس میں سوچنے والوں کے لئے دلیل (موجود) ہے۔

ایک اور جگہ ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جو اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ

قل ھل یستوی الاعمی و البصیر ط افلا تتفکرون (۶ : ۵۰)	آپ کہئے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے۔ سو کیا تم غور و فکر نہیں کرتے۔

ایک جگہ نظائر کا ذکر کر کے بتایا جاتا ہے کہ

کذلک یبین لکم الایات لعلکم تتفکرون (۲:۲۶۶)	اللہ تعالیٰ اس طرح تمہارے لئے نظائر بیان فرماتے ہیں تاکہ تم سوچا کرو۔

عقل واستدلال سے کام لینے پر زور

مشاہدات اور غور وفکر کر کے کسی نتیجۂ صحیحہ پر پہنچنا اسی وقت ممکن ہے جب انسان میں عقل سلیم اور شعور صحیح موجود ہو اور وہ عقل وشعور سے کام بھی لے۔ قرآن نے اس بات پر بے حد زور دیا ہے کہ عقل وشعور سے کام لے کر حقائق کا پتہ لگایا جائے۔ خود تحقیق کی مثالیں دے کر بتایا ہے کہ اس میں انہیں لوگوں کے لئے دلائل وشواہد موجود ہیں جو عقل سلیم رکھتے ہیں اور اس سے کام لیتے ہوں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فسلکہ ینابیع فی الارض ثم یخرج بہ زرعا مختلفا الوانہ ثم یھیج فتراہ مصفرا ثم یجعلہ حطاما ط ان فی ذلک لذکری لاولی الالباب (۲۹ : ۲۱)	کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کو زمین کے سوتوں میں داخل کر دیتا ہے پھر (جب وہ ابلتا ہے) تو اسی کے ذریعہ کھیتیاں پیدا کرتا ہے جس کی مختلف قسمیں ہیں۔ پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے۔ سو تو اس کو زرد دیکھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو چورا چورا کر دیتا ہے اس (نمونہ) میں اہل عقل کے لئے بڑی عبرت ہے
ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتھا وبث فیھا من کل دابۃ وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض لایات لقوم یعقلون۔ (۲:۱۶۴)	بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور جہازوں میں جو کہ سمندر میں چلتے ہیں، آدمیوں کے نفع کی چیزیں لے کر اور (بارش) کے پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے برسایا پھر اس سے زمین کو اس کے خشک ہونے کے بعد تر و تازہ کیا اور ہر قسم کے حیوانات اس میں پھیلا دیئے اور ہواؤں کے چلنے میں اور ابر میں جو زمین اور آسمانوں کے درمیان مقید (اور معلق) رہتا ہے ان لوگوں کے لئے دلائل موجود ہیں جو عقل سلیم رکھتے ہیں۔

جو لوگ اپنے حواس کا استعمال کر کے مشاہدات نہ کریں اور اپنی عقل سے کسی حقیقت تک نہ پہنچ سکیں ان کو قرآن میں چوپاؤں کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر بتایا گیا ہے۔

ولقد ذرأنا لجهنم کثیرا من الجن والانس لھم قلوب لا یفقھون بھا و لھم اعین لا یبصرون بھا ولھم آذان لا یسمعون بھا ط اولئک کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغفلون (۷ : ۱۷۹)

اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے۔ یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں۔ یہ لوگ غافل ہیں۔

یہ آیت کفار کے بارے میں ہے جو اپنے حواس اور شعور سے کام لے کر خدا پر ایمان نہیں لاتے۔ اس آیت سے حواس اور عقل سے کام لینے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

شعور صحیح کے ساتھ مشاہدات اور غور و فکر کرنے کے بعد ہی انسان میں یہ ملکہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ استدلال کرکے کسی حقیقت تک پہنچ سکے۔ خود قرآن کریم میں بعض حقائق کو سمجھانے کے لئے استدلال سے کام لیا گیا ہے۔ قرآن کے طریق استدلال میں سے ایک طریقہ تمثیلی ہے مثلاً

واللہ الذی ارسل الریاح فتثیر سحابا فسقنٰہ الی بلد میت فاحیینا بہ الارض بعد موتھا کذالک النشور۔ (۳۵ : ۹)

اور اللہ ایسا (قادر) ہے جو (بارش سے پہلے) ہواؤں کو بھیجتا ہے۔ پھر وہ (ہوائیں) بادلوں کو اٹھاتی ہیں۔ پھر ہم اس بادل کو خشک قطعہ زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں۔ پھر ہم اس کے (پانی کے) ذریعہ سے زمین کو زندہ کرتے ہیں۔ اسی طرح (قیامت میں) لوگوں کا زندہ ہوجانا ہوگا۔

اس آیت میں مردہ زمین کے زندہ ہونے کو بطور نظیر پیش کرکے مردہ انسانوں کے دوبارہ زندہ ہونے کو ثابت کیا۔

قرآن کریم کا دوسرا طریقۂ استدلال مندرجہ ذیل آیت سے واضح ہوتا ہے۔

لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا (۲۱ : ۲۲)

اگر دونوں (یعنی زمین اور آسمان) میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو وہ دونوں درہم برہم ہوجاتے۔

خدا کی وحدانیت کو ثابت کیا۔ استدلال اس طرح کیا کہ اگر کئی معبود ہوتے تو ہر ایک اپنا علیحدہ نظام چلاتا اور اس طرح فساد برپا ہوجاتا لیکن چونکہ فساد نہیں ہے اس لئے ثابت ہوا کہ معبود صرف ایک ہے۔

قرآن کا تیسرا طریقہ استدلال استخراجی ہے۔ مثلاً

اللہ خالق کل شئی (۳۹ : ۶۲)

اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔

کہہ کر ہر چیز کی تخلیق کو اپنی طرف منسوب کرلیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ انسان، حیوان، درخت، زمین، آسمان وغیرہ

سب کا خالق اللہ ہے کیونکہ یہ سب بھی کل شئی میں داخل ہیں۔

قرآن کریم کا چوتھا طرز استدلال استقرائی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے واضح ہوتا ہے۔

قل اللھم مالك الملك تؤتی الملك	(اے محمد) آپ (اللہ تعالی) سے کہیئے کہ اے اللہ ملک کے مالک
من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتعز	آپ جس کو چاہیں ملک دے دیں۔ جس سے چاہیں ملک چھین
من تشاء وتذل من تشاء بیدك الخیر انك	لیں جس کو چاہیں عزت دیں۔ جس کو چاہیں ذلت دیں۔ آپ کے
علی کل شئی قدیر (۳ : ۲۶)	ہاتھ میں بھلائی ہے۔ آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

اس آیت میں بعض امور پر اللہ کی قدرت کا اظہار کر کے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قرآن کریم میں کشتی اور جہاز کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس میں عقل وشعور رکھنے والوں کے لئے آیات ونشانیاں موجود ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سائنسی ایجادات کو اللہ تعالی کی ذات وصفات پر ایمان ولیقین کا ایک ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

والفلك التی تجری فی البحر بما ینفع الناس	اور اس کشتی میں جو لوگوں کے نفع کی چیزوں کو لے کر چلتی ہے....
....لایات لقوم یعقلون (۲ : ۱۶۴)	البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہوں۔

قرآن کریم میں ایسے لوگوں کو جو اللہ پر ایمان ولیقین رکھتے ہوں اور ساتھ ہی کائنات کے بارے میں غور وفکر کرتے ہوں یعنی سائنسی تحقیقات میں مصروف ہوں اولوالالباب اور علماء کے خطاب سے نوازا گیا ہے۔

ان فی خلق السموات والارض واختلاف	بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے
الیل والنھار لایات لاولی الالباب الذین	رات کے اور دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کے لئے جو
یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم	اللہ کو یاد کرتے ہیں (یعنی ایمان کے ساتھ قوانین شرعی کی پابندی
ویتفکرون فی خلق السموات والارض	کرتے ہیں) کھڑے بھی۔ بیٹھے بھی اور لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین
ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحانك	کے پیدا ہونے پر غور کرتے ہیں کہ اے پروردگار آپ نے اس کو لایعنی
فقنا عذاب النار (۳ : ۱۹۰ - ۱۹۱)	پیدا نہیں کیا۔ آپ منزہ ہیں سو ہم کو آگ کے عذاب سے بچائیے۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ ایمان ولیقین کے ساتھ کائنات پر تحقیقات کرتے ہیں وہ حقیقتِ کائنات اور خدا کی ذات وصفات کے بارے میں صحیح نتائج پر پہنچتے ہیں۔ بغیر ایمان ولیقین کے یہ تو ممکن ہے کہ سائنسی تحقیقات کر کے کسی قانون طبعی کا علم حاصل کر لیا جائے اور اس کی بنیاد پر کوئی ایجاد واختراع عمل میں

آجائے لیکن اس کائنات کی اصل حیثیت وحقیقت کا پتہ لگانا ایسے لوگوں کے لئے ممکن نہیں ہے جو ایمان نہ رکھتے ہوں۔

وما تغنی الایات والنذر عن قوم لا یومنون (۱۰ : ۱۰۱)	اور جو لوگ (عناداً) ایمان نہیں لاتے ان کو دلائل اور دھمکیاں کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے۔
الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فاخرجنا به ثمرات مختلفا الوانها ومن الجبال جدد بیض وحمر مختلف الوانها وغرابیب سود ومن الناس والدواب والانعام مختلف الوانه کذالک انما یخشی اللہ من عباده العلماء ان اللہ عزیز غفور ہ (۳۵ : ۲۷ - ۲۸)	کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اسی کے ذریعہ سے مختلف رنگتوں کے پھل نکالے اور (اسی طرح) پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں (بعضے) سفید (بعضے) سرخ کہ ان کی بھی رنگتیں مختلف ہیں اور (بعضے) بہت گہرے سیاہ اور اسی طرح آدمیوں، جانوروں اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں کہ ان کی رنگتیں مختلف ہیں (اور) خدا سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔ واقعی اللہ تعالیٰ زبردست بڑا بخشنے والا ہے۔

اس آیت کا انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ جو لوگ اللہ کی تخلیق پر غور وخوض کرتے ہیں اور اشیائے کائنات پر سائنسی تحقیقات کرتے ہیں ان کو ان اشیاء میں خاص تنظیم اور قوانین کا پتہ چلتا ہے اور ان کو اس تنظیم کے قائم کرنے والے اور ان قوانین کے بنانے والے کی قدرت اور عظمت کا علم حاصل ہوتا ہے۔ پھر ان علماء پر اس کی ہیبت و جلال کی وجہ سے خشیت طاری ہو جاتی ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کا خود کو عزیز کہنا اس بات کو بتاتا ہے کہ وہ زبردست ہے اس لئے ہر شے اور ہر قانون پر اس کا تصرف ہے اور غفور کہنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ایسے علماء کو جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے اس خشیت کی وجہ سے بخش دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ خشیت ان کے اعمال پر بھی اثر انداز ہو گی۔

قرآن کریم میں کائنات کا نقشہ پیش کیا گیا ہے اور اعمال تخلیق پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور بعض عام کلیات بیان کئے گئے ہیں۔ ان امور پر قرآن کے بیانات سائنسی تحقیقات پر ابھارتے ہیں اور ان بیانات سے تحقیقات میں رہنمائی حاصل ہو سکتی ہے۔ مثلاً زمین اور آسمانوں کی تخلیق پر مندرجہ ذیل آیت میں روشنی ڈالی گئی۔

قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین وتجعلون له اندادا ط	آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم لوگ ایسے خدا (کی توحید) کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو روز میں پیدا کر دیا اور تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو۔

ذالک رب العلمین ﴿﴾ وجعل فیہا رواسی من فوقہا و بٰرک فیہا و قدر فیہا اقواتہا فی اربعۃ ایام سواء للسآئلین ثم استوی الی السمآء و ھی دخان فقال لہا و للارض ائتیا طوعاً او کرھاً قالتا اتینا طآئعین ○ فقضٰھن سبع سمٰوات فی یومین و اوحی فی کل سماء امرھا و زینا السماء الدنیا بمصابیح و حفظاً ذالک تقدیر العزیز العلیم ○ (۴۱ : ۱۰ تا ۱۲)

یہی سارے جہان کا رب ہے۔ اور اس نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنا دیئے اور اس (زمین) میں فائدے کی چیزیں رکھ دیں اور اس میں اس کے (رہنے والوں) کی غذائیں تجویز کر دیں چار دن میں جو (شمار میں) پورے ہیں پوچھنے والوں کے لئے پھر آسمان (کے بنانے) کی طرف توجہ فرمائی اور وہ اس وقت دھواں سا تھا۔ سو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے۔ دونوں نے عرض کیا ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ سو دو روز میں اس کے سات آسمان بنا دیئے۔ اور ہر آسمان میں اس کے مناسب اپنا حکم بھیج دیا اور ہم نے اس قریب والے آسمان کو ستاروں سے زینت دی اور اس کی حفاظت کی۔ یہ تجویز (خدائے) زبردست واقف الکل کی ہے۔

سورج کے بارے میں بتایا کہ

والشمس تجری لمستقر لہا (۳۶ : ۳۸) اور آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا ہے۔

چاند کی منزلوں کے متعلق انکشاف کیا گیا کہ

والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم (۳۶ : ۳۹) اور چاند کے لئے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی۔

سورج اور چاند کی رفتار کے بارے میں بیان کیا گیا کہ یہ اپنے اپنے دائروں میں گھوم رہے ہیں اور اپنے اپنے راستوں پر گامزن ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ ایک دوسرے سے مل جائیں یا ٹکرا جائیں۔ اسی طرح رات کا دن سے پہلے ہونا ممکن نہیں۔

لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النہار و کل فی فلک یسبحون (۳۶ : ۴۰) نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آ سکتی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔

وجعل لکم النجوم لتہتدوا بہا فی ظلمٰت البر والبحر (۶ : ۹۷) اور ستارے بنائے تاکہ تم خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ تلاش کرو۔

والشمس والقمر بحسبان۔ (۵۵ : ۵) اور سورج اور چاند حساب سے چلتے ہیں۔ یعنی ان کی رفتار اور راستے مقرر ہیں۔

سمندروں کے بارے میں بیان کیا گیا کہ

مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان (۵۵: ۱۹ تا ۲۱) — اس نے (یعنی اللہ نے) دو سمندروں یا دریاؤں کو (صورتاً) ملایا کہ (ظاہر میں) باہم ملے ہوئے ہیں (اور حقیقتاً) ان دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے کہ دونوں بڑھ نہیں سکتے ان دونوں سے موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے۔

اشیائے کائنات میں سے ہر چیز کو جوڑا جوڑا بنایا گیا۔

ومن کل شئ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون۔ (سورۃ الذاریات ۵۱: ۴۹) — اور ہم نے ہر چیز کو دو دو قسم بنایا تاکہ تم (ان مصنوعات سے توحید کو) سمجھو۔

سبحن الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم و مما لا یعلمون (۳۶: ۳۶) — پاک ہے وہ ذات جس نے تمام چیزوں کے جوڑے پیدا کئے۔ ان چیزوں کے بھی جن کو زمین اگاتی ہے اور خود ان آدمیوں کے بھی اور ان چیزوں کے بھی جن کو وہ نہیں جانتے۔

آج کی دنیا میں انسانوں، حیوانوں اور نباتات کے علاوہ اور چیزوں کا بھی جوڑا جوڑا ہونا دریافت کر لیا گیا ہے مثلاً بجلی دو طرح کی ہوتی ہے مثبت اور منفی۔ اسی طرح مقناطیس کے دونوں سروں پر الگ الگ قسم کی مقناطیسیت ہوتی ہے۔ مقناطیس کے ایک سرے کو قطب شمالی اور دوسرے کو قطب جنوبی کہا جاتا ہے۔

حیوانات کے بارے میں یہ انکشاف کیا گیا کہ

وما من دابۃ فی الارض وما من طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم (۶: ۳۸) — اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرند جانور ہیں اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں۔ ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو تمہاری طرح کے گروہ نہ ہوں۔

یعنی انسانوں کی طرح حیوانات بھی اپنا اپنا نظام حیات رکھتے ہیں اور اس نظام کے تحت زندگی گزارتے ہیں۔ حیوانات قطعاً بے حس اور بے شعور مخلوق نہیں ہیں۔ نمونہ کے طور پر چیونٹیوں اور شہد کی مکھیوں کے نظام پر نظر ڈالی جا سکتی ہے کہ کس قدر تنظیم کے ساتھ زندگی گزارتی ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا جو قصہ نقل کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پرندے اور چیونٹیاں آپس میں بات چیت کر کے اپنے خیالات ایک دوسرے تک پہنچا سکتے ہیں۔ خود حضرت سلیمانؑ کا قول نقل کیا گیا ہے۔

قال یایھا الناس علمنا منطق الطیر (۲۷: ۱۶) — انھوں نے کہا اے لوگو ہم کو پرندوں کی بولی (سمجھنے) کی تعلیم دی گئی ہے۔

اور اسی قصہ میں ہے کہ جب حضرت سلیمان کا لشکر چیونٹیوں کے ایک میدان میں آیا تو

قالت نملة یایھا النمل ادخلوا مسٰکنکم لا یحطمنکم سلیمان و جنودہ وھم لا یشعرون (۲۷: ۱۸)	ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے کہا اپنے اپنے سوراخوں میں جا گھسو کہیں تم کو سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں کچل نہ ڈالیں۔

انسان کی تخلیق کے بارے میں بتایا گیا کہ

خلق الانسان من صلصال کالفخار (۵۵: ۱۴)	اسی نے انسان (کی اصل اول) کو مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح بجتی تھی، پیدا کیا۔

قرآن کریم کی بعض آیات سے عمل تخلیق کے بارے میں یہ انکشاف ہوتا ہے کہ یہ تدریجی ہے۔ کوئی شے دفعتاً ظہور میں نہیں آتی بلکہ سلسلہ قوانین سے گزرتی ہوئی اور مختلف مراحل طے کرتی ہوئی آہستہ آہستہ مکمل ہوتی ہے۔ مندرجہ ذیل آیات سے عمل تخلیق کے تدریجی اور ارتقائی ہونے پر روشنی پڑتی ہے۔

اللہ الذی خلق السموات والارض وما بینھما فی ستہ ایام ثم استوی علی العرش ط مالکم من دونہ من ولی ولا شفیع ط افلا تتذکرون ۰ یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنة مما تعدون ۰ ذالک عالم الغیب والشھادة العزیز الرحیم ۰ الذی احسن کل شئ خلقہ وبدأ خلق الانسان من طین ۰ ثم جعل نسلہ من سلسلة من ماء مھین ۰ ثم سواہ ونفخ فیہ من روحہ وجعل لکم السمع والابصار والافئدة ط قلیلا ما تشکرون (۳۲: ۴ تا ۹)	اللہ وہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو اور اس مخلوق کو جو ان دونوں کے درمیان میں ہے چھ روز میں پیدا کیا پھر تخت پر قائم ہوا۔ اس کے بغیر نہ تمہارا کوئی مددگار ہے نہ سفارش کرنے والا۔ سو کیا تم سمجھتے نہیں ہو وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر ہر امر اسی کے حضور میں پہنچ جاتا ہے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کی ہوگی۔ وہی ہے جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا۔ زبردست رحمت والا جس نے ہر چیز کو خوب بنایا اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل کو خلاصۂ اخلاط یعنی ایک بے قدر پانی سے بنایا۔ پھر اس کے اعضاء درست کئے۔ پھر اس میں اپنی روح پھونکی۔ اور تم کو کان اور آنکھیں اور دل دیئے تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو۔

اس آیت میں دن سے مراد ہمارا دن نہیں ہے بلکہ ایک لمبا عرصہ ہے جس کی مقدار ایک ہزار سال بتائی گئی ہے۔ چھ دن میں کائنات کا تخلیق کرنا عمل تخلیق کے تدریجی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پھر تدبیر امر اتنے لمبے دن میں کرنا اس کی تائید کرتا ہے۔ امر کے معنی ہیں حکم اور اس سے مراد ہے خدا کا کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کر کے اس کو کہنا کہ ہو جائے اور تدبیر امر کے معنی ہیں اپنے تمام مراحل سے گزر کر کسی چیز کا مکمل کرنا جیسے ایک بیج کے بارے میں یہ امر کہ وہ درخت ہو جائے اور پھر اس امر کی یہ تدبیر کہ وہ زمین میں شق ہوتا ہے۔ زمین سے کیمیائی محلولات کی شکل میں غذائی مادے حاصل کرتا ہے۔ سورج کی روشنی اور ہوا کی کاربن ڈائی اوکسائڈ کی مدد سے غذا تیار کرتا ہے اور آہستہ آہستہ نشوونما پا کر پورا درخت بن جاتا ہے۔

انسان کی تکمیل بھی مختلف مدارج سے گزر کر ہوئی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ

لقد خلقنا الانسان من طین ثم جعلنٰه نطفة فی قرار مکین ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشأنٰه خلقا آخر ط فتبٰرک اللّٰه احسن الخالقین ٥ (۲۳ : ۱۲ تا ۱۴)	اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا۔ پھر ہم نے اس کو نطفہ سے بنایا جو ایک محفوظ مقام (یعنی رحم) میں رہا۔ پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنا دیا۔ پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا۔ پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنا دیا۔ پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا۔ پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اس کو ایک دوسری ہی طرح کی مخلوق بنا دیا۔ سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے۔

کائنات میں ہر چیز کی تخلیق اور تکمیل خاص قوانین کے ایک سلسلہ کے تحت ہوتی ہے جو غیر مبدل ہیں اور ہمیشہ ایک ہی طرز پر اپنا کام کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے :

فلن تجد لسنة اللّٰه تبدیلا ٥ ولن تجد لسنة اللّٰه تحویلا (۳۵ : ۴۳)	سو آپ خدا کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے اور آپ خدا کے دستور کو کبھی منتقل ہوتا ہوا نہ پائیں گے۔

چونکہ قوانین کا یہ سلسلہ خدا کا پیدا کیا ہوا ہے اور ہر قانون اسی کی اجازت سے کام کرتا ہے۔ اس لئے خدائے تعالیٰ چیز کو اپنی طرف منسوب کر لیتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ

ینزل الغیث (۳۱ : ۳۴)	اور وہ (یعنی اللہ) بارش برساتا ہے۔

بارش برسنا ایک عمل ہے جو ایک سلسلۂ قوانین کے تحت مکمل ہوتا ہے۔ ان قوانین کا خالق چونکہ اللہ ہے۔

اس لئے اس نے بارش کے برسنے کو اپنی طرف منسوب کیا. بارش کے برسنے میں جو قوانین کام کرتے ہیں ان میں سے جو ہمارے علم میں آسکے ہیں وہ یہ ہیں :۔

۱۔ ایک مائع حرارت سے بخارات میں تبدیل ہو جاتا ہے اس لئے سورج کی حرارت سے سمندر کا پانی بخارات بنتا ہے۔

۲۔ جو بخارات ہوا سے ہلکے ہوتے ہیں وہ اوپر کو اٹھتے ہیں اور چونکہ آبی بخارات ہوا سے ہلکے ہوتے ہیں اس لئے وہ بھی اوپر کی فضا کی طرف بلند ہوتے ہیں۔

۳۔ سورج کی شعاعیں جس واسطے سے گزرتی ہیں اسے گرم نہیں کرتیں لہذا ہوا سورج سے گرمی حاصل نہیں کر سکتی۔

۴۔ زمین کے قریب کی ہوا کا دباؤ زمین کی کشش ثقل کی وجہ سے زیادہ ہوتا ہے۔

۵۔ دباؤ میں اضافہ کے ساتھ حرارت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

۶۔ حرارت زیادہ گرم چیزوں سے کم گرم چیزوں کی طرف منتقل ہوتی ہے اس لئے زمین سے حرارت ہوا کی نچلی تہوں میں منتقل ہو کر ان کو گرم کر دیتی ہے۔

۷۔ اوپر کی فضا کا دباؤ کم ہوتا ہے لہذا حرارت بھی کم ہوتی ہے۔

۸۔ بخارات کم درجہ حرارت پر مائع بن جاتے ہیں اس لئے بخارات آبی بھی پانی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

۹۔ ہوا سے بھاری چیزیں کشش ثقل کی وجہ سے زمین کی طرف آتی ہیں اسی لئے یہ پانی زمین پر برستا ہے۔

غیر مبدل قوانین کی تخلیق اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ اس کائنات کو پیدا کرنے کا کوئی منشاء اور مدعا ہے اور یہ کائنات بلا وجہ پیدا نہیں کی گئی۔

ربنا ما خلقت ھذا باطلا (۳: ۱۹۱) اے ہمارے رب تو نے اس کو بے کار پیدا نہیں کیا۔

اس کائنات میں ہر شئے ایک خاص انداز اور تناسب سے پیدا کی گئی ہے۔ پانی اور ہوا کی مقدار، زمین، سورج چاند اور ستاروں کے باہمی فاصلے، ان کے حجم، سیاروں کی تجاذبی قوت، ہر چیز اور ہر کام کے لئے وقت کا تعین وغیرہ سب میں ایک خاص تناسب رکھا گیا ہے۔

انا کل شئ خلقنہ بقدر (۵۴: ۴۹) ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا۔

وان من شئ الا عندنا خزائنہ وما اور جتنی چیزیں ہیں ہمارے پاس ان کے خزانے ہیں اور

ننزلہ الا بقدر معلوم (۱۵: ۲۱) ہم اس کو صرف ایک خاص مقدار سے اتارتے ہیں۔

زندگی کی تخلیق پانی کے ذریعہ کی گئی اور اس کا بقاء بھی پانی سے ہے۔ کسی ذی حیات چیز کی حیات پانی کے

بغیر ممکن نہیں۔

اولم یر الذین کفروا ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنہما وجعلنا من الماء کل شئ حی (۲۱ : ۳۰)
کیا ان کافروں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے۔ پھر ہم نے ان کو کھول دیا یعنی الگ کر دیا اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا۔

اس آیت میں پانی سے حیات کی تخلیق کا ذکر کائنات کی تخلیق کے سلسلہ میں آیا ہے۔ جس کا ایک دور یہ ہے کہ آسمان اور زمین جو پہلے ایک ہی تھے بعد میں ایک دوسرے سے الگ کر دیئے گئے۔ پانی سے حیات کی تخلیق بھی تخلیق کائنات کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شئے کو ایک خاص فطرت پر پیدا کیا جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

لا تبدیل لخلق اللہ (۳۰ : ۳۰)
اللہ کی پیدائش میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

کائنات کی ہر چیز کو ایک مدّت معیّن کے لئے پیدا کیا گیا ہے جس کے بعد ہر چیز ختم ہو جائے گی۔

اولم یتفکروا فی انفسہم ما خلق اللہ السموات والارض وما بینہما الا بالحق واجل مسمی (۳۰ : ۸)
کیا انھوں نے اپنے دلوں میں یہ غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان میں ہیں حق یعنی حکمت ہی سے اور ایک مدت معین کے لئے پیدا کیا ہے۔

اس آیت میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ کائنات کی تخلیق بے مقصد نہیں۔

قرآن کریم کی بعض آیات حصول علم کی ترغیب دیتی ہیں۔ اور اس کے کئی احکام وہدایات ماضی میں علم وحکمت کے حصول اور بہت سی سائنسی تحقیقات کا سبب بنے ہیں۔ یہ احکام وہدایات قیامت تک کے لئے ہیں۔ اس لئے اب بھی ان تحقیقات کی ضرورت ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دینا کہ

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون (۳۹ : ۹)
آپ (لوگوں سے) کہیے کہ کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں۔

اور اس طرح ذی علم کو غیر ذی علم سے ممتاز کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک علم کی حد درجہ اہمیت پر دلالت کرتا ہے۔

علم سے انسان میں ایک ذہنی صلاحیت پیدا ہو سکتی ہے جس کی وجہ سے اس کے لئے معاملہ فہمی اور کسی بات کی تہہ تک پہنچنا سہل ہو جاتا ہے۔ اس صلاحیت کا نام حکمت ہے۔ اسی کو قرآن کریم میں خیر کثیر کہا گیا ہے۔

ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا (۲: ۲۶۹) — اور جس کو حکمت مل جائے اس کو بہت بھلائی مل گئی۔

قرآن کریم میں نماز کو اوقات کی پابندی کے ساتھ ادا کرنے۔ روزہ خاص وقت سے خاص وقت تک پورا کرنے کے احکام وقت کے تعین کے لئے ہیئتی اور ریاضیاتی تحقیقات کا سبب بنے۔ اسی طرح سمت قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کا حکم ان مقامات کے طول بلد اور عرض بلد دریافت ہونے کا جہاں مسلمان آباد تھے سبب بنا۔ یعنی ہیئتی جغرافیہ پر تحقیقات عمل میں آئیں۔ جہاد اور تبلیغ کے لئے دور دراز مقامات کا سفر۔ حج کے لئے دنیا کے مختلف اطراف سے مکہ کی طرف روانگی بہت سی جغرافیائی معلومات اور فن جہاز رانی اور موسمیات کی ترقی کا سبب بنی۔ جہاد کی وجہ سے بہت سی جنگی صنعتوں کو فروغ حاصل ہوا۔ یہ حکم کہ

قل سیروا فی الارض ثم انظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین (۶: ۱۱) — آپ کہہ دیجئے کہ زمین میں چلو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔

بہت سی تاریخی، جغرافیائی، مجلسی، سیاسی، معاشیاتی۔ وغیرہ معلومات کی فراہمی کا موجب ثابت ہوا۔ حصول علم کے شوق میں دنیا کے مختلف اطراف واکناف کے سفر کی وجہ سے بھی اس قسم کی بے شمار معلومات جمع ہو گئیں۔

قرآن کریم میں اللہ کا یہ حکم کہ

واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ و من رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ و عدوکم و آخرین من دونھم ج لا تعلمونھم ج اللہ یعلمھم ط — اور ان کافروں کے لئے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو اور اس کے ذریعہ سے تم (اپنا) رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں اور ان پر جن کو تم نہیں جانتے۔ اللہ ہی ان کو جانتا ہے۔

بعض جنگی اور دوسری صنعتوں کے فروغ، گھوڑوں کے رنگ، نسل، عادات وخصائل، ان سے کام لینے کے طریقوں ان کی بیماریوں اور علاج وغیرہ پر تحقیقات کا ایک مؤثر ذریعہ ثابت ہوا۔

قرآن کریم کی تعلیمات نے مسلمانوں میں جو روحِ تحقیق یعنی سائنسی روح پیدا کی اس کے نتیجے میں مسلمانوں نے حیرت انگیز علمی اور سائنسی ترقی کی۔ تاریخ اسلام میں ایسے لاتعداد جامع العلوم علماء نظر آتے ہیں جنہوں نے ایک طرف تو علوم دینیہ میں کمال پیدا کیا اور دوسری طرف سائنس کے مختلف شعبوں میں مہارت حاصل کی۔ چنانچہ کبھی وہ مساجد و مدارس میں وعظ و تبلیغ اور درس و تدریس میں مشغول دکھائی دیتے ہیں اور کبھی تجربہ گاہوں اور رصد گاہوں میں

مشاہدات وتجربات کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ ساتویں صدی سے پندرھویں صدی تک علم وفن، صنعت و حرفت اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے ہر میدان میں مسلمان تمام اقوام عالم خصوصاً یورپین اقوام کے رہنما رہے۔ مسلمانوں کی صدیوں تک شاگردی کرنے کے بعد ہی یورپ کے لوگوں میں پندرھویں صدی میں وہ ذہنی انقلاب پیدا ہوا جس کو رینیسان کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اٹھارھویں صدی تک یورپ کی یونیورسٹیوں میں فلسفہ اور طب وغیرہ کی جو کتابیں داخل نصاب رہیں وہ زیادہ تر عربی کتابوں کے لاطینی تراجم تھے۔ یہ مقالہ تفصیلات کا متحمل نہیں اس لئے ہم صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے سائنسی کارناموں اور ان کے عالمگیر اثرات کی زندہ شہادتیں وہ لاتعداد عربی الفاظ واصطلاحات ہیں جو یورپ کی زبانوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ صنعت وحرفت اور آلاتِ سائنسی کے وہ نمونے ہیں جو دنیا کے عجائب گھروں میں پائے جاتے ہیں۔ وہ لاکھوں عربی کتابیں ہیں جو ایشیا اور یورپ کی لائبریریوں میں محفوظ ہیں اور وہ مساجد اور عمارتیں ہیں جو صدیاں گزر جانے کے بعد بھی عرب اور اسپین وغیرہ میں آج تک اپنی شان وشوکت کے ساتھ قائم ہیں۔

جب مسلمانوں نے قوانین شرعی سے غفلت برتنا شروع کی اور اپنے ضابطہ اخلاق کو ترک کیا تو نتیجتاً ان کے معاشرے میں فساد پیدا ہو گیا اور ان کو سیاسی زوال کا سامنا کرنا پڑا۔ سیاسی زوال کی وجہ سے حکومت کی علمی سرپرستی ختم ہو گئی جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی علمی تحقیقات رک گئیں اور ان کی شاگرد یورپی قومیں ان کے اصولِ تہذیب وتمدن کو اپنا کر ان سے کہیں آگے نکل گئیں۔ مسلمانوں کی مسلسل پستی اور یورپی قوموں کی مسلسل ترقی نے مسلمانوں میں یورپی اقوام کے مقابلے میں احساس کمتری پیدا کر دیا اور یہ احساس اسلام سے جو کہ زندگی کے ہر پہلو کے لئے نظام عمل فراہم کرتا ہے اور اپنی شاندار تاریخِ تمدن سے عام بے توجہی کی بنا پر زیادہ ہوتا چلا گیا۔

وقت کا یہ شدید تقاضا ہے کہ مسلمان احساس کمتری کو دور کریں اور قوانین واحکام اسلامی کا علم حاصل کر کے ان پر عمل پیرا ہوں اور ساتھ ہی سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم وترقی اور مختلف صنعتوں خصوصاً لوہے اور فولاد جیسی بنیادی صنعت کے قیام کے لئے مستعدی سے کوشش کریں۔ ایسا کر کے ہی مسلمان جسمانی راحت اور قلبی اطمینان حاصل کر سکتے ہیں اور ان کے لئے اس مناسب قوت کا حصول ممکن ہو سکتا ہے جو ان کے لئے دنیا میں امن اور نیکی پھیلانے اور بدامنی اور برائی کو روکنے کے اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عائد کیا گیا ہے اور اسی طرح وہ خلافتِ ارضی کے مستحق قرار پا سکتے ہیں جس کا نتیجہ دنیا اور آخرت میں فوز وفلاح کی صورت میں ظاہر ہوگا۔